# الاصول النادرة!
# لاصلاح الامة الحاضرة

از افاضات

مصلح الامت حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب
نور اللہ مرقدہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ وما کنا لنھتدی لو لا ان ھدانا اللہ و
الصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ الذی انزل علیہ ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر
ویامرون بالمعروف وینھون عن المنکر الآیہ

**امابعد** ! آج کل عام طور پر مسلمانوں میں تبلیغ اور اصلاح نفس کی ضرورت محسوس کی
جارہی ہے اور اس ضرورت کے پیش نظر مختلف جماعت اپنے اپنے کام اور صواب دید کے مطابق
اس خدمت کو انجام دے رہی ہیں تاہم حسب توقع کامیابی نظر نہیں آتی اور پائدار اور دیرپا اثر محسوس نہیں ہوتا
ایک طبیب کو اگر باوجود پیہم استعمال ادویہ اور پرہیز بھی مریض کے مرض میں افاقہ محسوس نہ ہو تو اس کو
تشخیص اور تجویز میں نظر ثانی کرنا چاہئے۔ اور اگر خود تعیین مرض و دوا تک رسائی نہ ہو تو بغیر کسی عار یا استنکاف
کے تجربہ کار ماہرین سے رجوع اور مشورہ کرنا چاہیئے جن کی نظر امراض کے ظاہری اور باطنی اسباب پر ہو اور جن
ہاتھ سے سالہا سال تک ہزاروں مریض نکل چکے ہوں، ان کے مشوروں سے فائدہ اٹھانا چاہئے
چنانچہ تبلیغی امور میں پیہم ناکامی کے مشاہدہ کے بعد بعض احباب نے مرشدی و مولائی جناب مولانا الحاج الحافظ
الشاہ **وصی اللہ** صاحب فتحپوری مدظلہ العالی سے رجوع کیا اور حضرت مخدوم مدظلہ نے نہ تنہا اپنے سالہا
سال کے کامیاب تجربہ سے بلکہ حکماء اُمت کے اقوال کی تائید کے ساتھ چند اصول تحریر فرمائے۔
امید ہے کہ اگر اس وقت کام کرنے والی تبلیغی جماعتیں اور افراد ان اصولوں کو پیش نظر رکھ کر کام کریں گے
تو انشاء اللہ تعالیٰ بہت جلد اور پائدار کامیابی سے مشرف ہوں گے، وما توفیقی الا باللہ۔ فقط

بندہ ظہور الحسن غفرلہٗ کسولوی یکم ج ۲ ۱۳۶۸ھ

**تنبیہ** :۔ ان اصولوں سے صحیح اور پورا فائدہ اسوقت ہوسکتا ہے کہ انکا بار بار مطالعہ کیا جائے اور سمجھنے کی کوشش
کی جائے۔ خود نہ سمجھ میں آئے تو دوسروں سے سمجھ لیا جائے اور عمل کے وقت بھی گاہ گاہ اس کا مطالعہ کر کے
سب اصولوں کو تازہ کر لیا جائے۔

التماس از ناشر : جہاں تک یاد پڑتا ہے تالیفات میں سے حضرتؒ کی سب سے پہلی تالیف یہی
رسالہ ہے۔ ـــــ جامی غفرلہٗ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم۔ امّا بعدُ ! چند ضروری امور یا اصول جن کا پیش نظر رہنا بسلسلۂ اصلاح ضروری معلوم ہوا ان کو ضبط کر لیا گیا کہ ان کا تذکرہ و تحفظ سہل ہو۔ یہاں وہ نمبروار درج ذیل ہیں۔

سب سے پہلے اصل اصول جو کہ مدار اصلاح ہے اس اعتبار سے اس کو اصل اوّل کہا جاوے اور سب پر تقدیم کی جائے تو اس کی وہ مستحق ہے وہ ہے جو کہ امام غزالیؒ نے احیاء العلوم میں فرمایا ہے۔ وھو ھذا

## اصل اوّل جو اصل الاصول ہے

(انقسام القلوب فی التغیر والثبات کے بیان میں فرماتے ہیں کہ)

(القلب الثانی) القلب المخذول المشحون بالھوٰی المد نس بالاخلاق المذمومۃ والخبائث المفتوح فیہ ابواب الشیاطین المسد ود عنہ الواب الملائکۃ ومبدأ الشر فیہ ان ینقدح فیہ خاطر من الھوٰی ویھجس فیہ فینظر القلب الیٰ حاکم العقل لیستفتی منہ ویستکشف وجہ الصواب فیہ فیکون العقل قد الف خدمۃ الھوٰی وانس بہ واستمر علیٰ استنباط الحیل وعلیٰ مساعدۃ الھوٰی فیستولی النفس وتساعد علیہ فینشرح الصدر بالھوٰی وتنبسط فیہ ظلماتہ

(قلب ثانی) وہ قلب ہے جو خواہشات نفسانی (میں انہماک) کی وجہ سے مردود و مطرود ہو چکا ہو اور خباثتوں اور بداخلاقیوں سے مل کر میلا اور گندہ ہو گیا ہو۔ شیاطین کے لئے تو اس کے دروازے کھلے ہوں لیکن فرشتوں کے لئے بند ہو چکے ہوں اس قلب میں شر کی ابتدا یوں ہوتی ہے کہ پہلے ایک نفسانی خیال کا اس میں گذر اور خطور ہوتا ہے پس قلب (اپنے) حاکم (یعنی) عقل کی طرف نظر کرتا ہے تاکہ اس سے اس خیال کے بارے میں استفسار اور تحقیق کر کے صحیح حال معلوم کرے (کہ) آیا یہ قابل التفات ہے یا نہیں، یہاں یہ حال ہوتا ہے کہ عقل پہلے ہی سے خواہشات کی غلامی کی خوگر اور اس سے مانوس ہوتی ہے، نیز حیلوں کو تراشنے اور خواہشات کی مدد کرتے اس کو ایک زمانہ گذر چکا ہوتا ہے اس لئے نفس ہی عقل پر غالب اور مستولی

لانحباس جند العقل عن مدافعته
فيقوى سلطان الشيطان لاتساع مكانه
بسبب انتشار الهوى فيقبل عليه بالتزئين
والغرور والاماني فيوحي بذلك زُخرُفاً
من القول غروراً فيضعف سلطان الايمان
بالوعد والوعيد ويخبو نور اليقين لخوف
الآخرة اذ يتصاعد عن الهوى دخان
مظلم الى القلب يملأ جوانبه حتى تنطفي
انواره فيصير العقل كالعين التي ملأ
الدخان اجفانها فلا يقدر على ان ينظر
وهكذا تفعل غلبة الشهوة بالعقل
حتى لا يبقى للقلب مكان للتوقيف
والاستبصار ولو بصره واعظ واسمعه
ما هو الحق فيه عمي عن الفهم وصم
عن السمع وهاجت الشهوة فيه وسطا
الشيطان وتحركت الجوارح على وفق
الهوى فظهرت المعصية الى عالم
الشهادة من عالم الغيب بقضاء من
الله تعالى وقدره والى مثل هذا القلب
الاشارة بقوله تعالى اَرَأَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ
اِلٰهَهٗ هَوَاهُ اَفَاَنْتَ تَكُوْنُ عَلَيْهِ وَكِيْلًا
اَمْ تَحْسَبُ اَنَّ اَكْثَرَهُمْ يَسْمَعُوْنَ اَوْ يَعْقِلُوْنَ
اِنْ هُمْ اِلَّا كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ سَبِيْلًا

ہوجاتا ہے اور اس نفسانی خیال کا اس کو شرح صدر ہوجاتا
ہے پھر اس کی تاریکیاں قلب میں خوب پھیل جاتی ہیں کیونکہ
عقل کا لشکر اس کی مدافعت سے قاصر ہوجاتا ہے (اور وہ
لشکر مدافعت ہی کیا کرسکتا ہے جس کا سالار اعظم دشمن سے
مل چکا ہو) آخر کار شیطان کی سلطنت قوی ہوجاتی ہے
کیونکہ خواہشات نفسانیہ کے قلب میں پھیل جانے کی وجہ سے
اس کی حدود حکومت وسیع ہوجاتی ہے۔ بعد اس کے خواہشات
نفسانیہ بن سنور کر (فاتحانہ) غرور کے ساتھ امید اور آرزو
لئے ہوئے عقل کی طرف متوجہ ہوتی ہے اور اس کو مزخرفات
(ملمع کئے ہوئے) اور دھوکے کی باتوں کا سبز باغ دکھاتی
ہے پس اللہ کے وعدوں اور وعیدوں (کو سچ جاننے والی)
ایمانی حکومت کمزور ہوجاتی ہے اور خوف آخرت کے یقین
کا نور ماند پڑجاتا ہے کیونکہ خواہشات نفسانیہ سے کالا دھواں
نکل کر قلب کی طرف جاتا ہے اور اس کے اطراف و جوانب کو
محیط ہوجاتا ہے یہاں تک کہ اس کا نور بجھ جاتا ہے اس وقت
عقل کی مثال اس آنکھ کے مانند ہوجاتی ہے جسکی پلکیں دھوئیں
سے بھر گئی ہوں اور وہ دیکھنے سے عاجز رہ گئی ہو۔ بالکل یہی
معاملہ غلبہ شہوت بھی کرتا ہے عقل کے ساتھ یہاں تک کہ قلب
میں سمجھنے اور دیکھنے کی قوت نہیں باقی رہتی اور اگر کوئی واعظ
اور ناصح اس کو حق بات دکھانا یا سنانا چاہے تو اس کے سمجھنے اور
سننے سے اندھا اور بہرا ہوجاتا ہے شہوات ابھر آتی ہیں اور شیطان
اس پر غالب ہوجاتا ہے اور اعضاء بھی خواہشات ہی کی موافقت
میں حرکت کرتے ہیں پس معصیت بمقتضاء قضاء و قدر عالم الغیب

وبقوله عزوجل لقد حق القول على
اكثرهم فهم لا يؤمنون ٥ وبقوله
تعالى سواء عليهم ءانذرتهم ام
لم تنذرهم لا يؤمنون ٥ ورب
قلب هذا حاله بالاضافة الى بعض
الشهوات كالذى يتورع عن بعض
الاشياء ولكنه اذا رأى وجها حسنا
لم يملك عينه وقلبه وطاش عقله
وسقط امساك قلبه او كالذى لا يملك
نفسه فيما فيه الجاه والرياسة والكبر
ولا يبقى معه مسكة للتثبت عند ظهور
اسبابه او كالذى لا يملك نفسه عند
الغضب مهما استحقر وذكر عيب من
عيوبه او كالذى لا يملك نفسه عند
القدرة على اخذ درهم او دينار بل
يتهالك عليه تهالك الواله المستهتر
فنسى فيه المروة والتقوى فكل
ذلك لتصاعد دخان الهوى الى
القلب حتى يظلم وتنطفى عنه انواره
فينطفى نور الحياء والمروة والايمان
ويسعى فى تحصيل مراد الشيطان.

سے عالم شہود میں ظاہر ہو جاتی ہے اور ایسے ہی قلب کی طرف
ان آیات میں اشارہ ہے (ترجمہ) اے پیغمبر اس شخص کی حالت
بھی دیکھی جس نے اپنا خدا اپنی خواہش نفسانی کو بنا رکھا ہے سو کیا
آپ اُن کی نگرانی کر سکتے ہیں یا آپ خیال کرتے ہیں کہ انہیں اکثر
سنتے یا سمجھتے ہیں یہ تو محض چوپایوں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی
زیادہ بے راہ ہیں اور قول عزوجل ان میں اکثر لوگوں کو ہر بات
ثابت ہو چکی ہے سو یہ لوگ ایمان نہ لاوینگے اور قول باری تعالیٰ
کا کہ برابر ہے ان کے حق میں. خواہ آپ ان کو ڈرائیں یا نہ ڈرائیں
وہ لوگ ایمان نہ لاوینگے (یہ حال ان قلوب کا ہے جو خارج
از اسلام ہیں اور انہیں کسی چیز کی قابلیت باقی نہ رہی) اور بعض
قلوب کا بعض شہوات کے لحاظ سے ایسا ہی حال ہے (گو وہ خارج
از اسلام نہ ہوں مگر فاسق اور اشد فاسق ہیں کہ بعض شہوات
میں انکا حال ان ہی مذکورہ اشخاص کے موافق ہے) مثلاً کوئی
شخص کسی برائی سے اجتناب کرتا رہتا ہے لیکن جب کسی حسین
چہرہ کو دیکھ لیتا ہے تو پھر اپنی آنکھ اور دل پر قابو نہیں پاتا اس
کی عقل اڑ جاتی ہے اور قلب کی روک اور گرفت چھوٹ جاتی ہے
یا مثلاً وہ شخص جس کو اپنے نفس پر جاہ و ریاست اور کبر کے مواقع
میں قدرت نہ ہو اور ان امور کے اسباب کے پائے جانے کے وقت
ثابت قدم رہنے (اور اس میں مبتلا نہ ہونے) کی اسے قدرت نہ ہو
یا جیسے کوئی شخص اپنے نفس پر قابو نہ پائے جس وقت کہ اس کی
تحقیر کی جائے اور اس کے عیوب میں سے کوئی کوئی عیب بیان
کیا جائے یا جیسے کوئی شخص روپیہ پیسہ کی تحصیل کے وقت اپنے نفس پر قادر نہ ہو بلکہ ایک بے صبرے عاشق کی
طرح اس پر اس طرح ٹوٹ کر گرے کہ مروت اور تقویٰ کو بالکل بھول ہی جائے جس طرح بے صبرا عاشق معشوق کو

پاکر تقوی فراموش کر دیتا ہے یہ ساری باتیں اس لئے وقوع میں آتی ہیں کہ خواہشات نفسانی کا دھواں قلب کی طرف چڑھتا رہتا ہے یہاں تک کہ اس کو بالکل تاریک کر دیتا ہے جس کی وجہ سے قلب کے انوار ماند پڑ جاتے ہیں اس کے بعد حیا، (پھر) مروت اور ایمان کا نور بھی بجھ جاتا ہے اور نفس شیطان کی مراد کی تحصیل میں کوشش کرنے لگ جاتا ہے

## اصل دوم

یہ بات بالکل صحیح ہے کہ قوت علمیہ وعملیہ دونوں قریب قریب معطل ہیں (اور اس کی وجہ یہ ہے کہ) اصلاح موقوف ہے احساس صحیح پر اور احساس صحیح کا حصول موقوف ہے اہلِ احساس صحیح کے اقوال اور احوال پیش نظر رکھنے اور ان کے اتباع صادق پر۔ اور آج کل اس کا اہتمام نہیں بلکہ اس کی ضرورت ہی مسلم نہیں۔

## اصل سوم

تجربہ سے یہ بات ظاہر ہے کہ اہل تعطل (یعنی بیکار لوگوں) کی جبتک خاص طور پر نگرانی نہ کیجائے (وہ از خود) کام نہیں کر سکتے کیونکہ احساس کے فقدان (یعنی نہ ہونے) سے کام اور اس کے منافع کی کوئی قدر ان کو نہیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ کام کرنے سے اس کے منافع کا اذعان (یعنی یقین) اور احساس ہوتا ہے پھر اسوقت قدر ہوتی ہے (اور ان کو ابھی کام ہی کی نوبت نہیں آئی پھر قدر کیسے ہو)

## اصل چہارم

یہ بات بھی تجربہ سے معلوم ہوئی کہ علماء فکر معاش کی وجہ سے کام نہیں کر سکتے (اس لئے کہ اول تو آج کل ہمت ضعیف ہے پھر طلب صادق نہیں لہذا طلب آخرت کے موانع (یعنی حصول معاش) میں پڑ کر آخرت سے بیکار ہو جاتے ہیں، پس جبتک قوم کی طرف سے ان کو فکر معاش سے بیفکر نہ کیا جائے گا خدمت دین کا کام نہیں کر سکتے (مشغلۂ معاش کے لحاظ سے) اگرچہ (وہ کسی مدرسۂ دینیات کے مدرس ہی کیوں نہ ہوں یا بزرگانِ دین سے تعلق بھی کیوں نہ رکھتے ہوں یا بزعم خود تعلق کا دعویٰ بھی کرتے ہوں تاہم وہ فارغین کی طرح خدمتِ دین انجام نہیں دیسکتے اور ان کا دعویٰ بے حقیقت ہوگا ؎

وجائزۃ دعوی المحبۃ فی الھویٰ ۔۔۔ ولکن لا یخفی کلام المنافق

(ترجمہ) عشق میں محبت کا زبانی دعویٰ تو بہت آسان ہے اور ہر ایک کیلئے ممکن ہے لیکن حقیقت یہ ہیکہ) منافق کا

# اصل پنجم

کام ہوتا ہے اخلاص سے اور ہم میں اخلاص نہیں ہے محض دعوی سے مخلصین کی برابری کرتے ہیں حالانکہ خدا مخلص اور غیر مخلص کو برابر نہیں کرتا جبتک (ہم ریا ونمود سے تصفیۂ قلب کرکے) اہل اخلاص (میں سے نہ ہوں گے کام نہیں ہوگا اور ہر ادارہ میں، ہر مرکز میں ان (اہل اخلاص) کی سخت ضرورت ہے۔

# اصل ششم

طلبہ میں علم کی کمی کا اصلی سبب یہ ہے کہ اہل علم کو اور اساتذہ کو (الا ماشاء اللہ) خود علم کا صحیح ذوق نہیں تو پھر شاگردوں کو کیا خاک ذوق پیدا ہوگا (اساتذہ کی طرح شاگردوں کو بھی) کسی فن سے ادنی مناسبت نہیں ہوتی۔ علم کے ضیاع کا اصلی سبب یہ ہے اور یہی سبب ہے عمل کے ضیاع کا۔

# اصل ہفتم

عوام علماء کی طرف اس وقت تک ہرگز رجوع نہیں کرسکتے جبتک ان میں تدین خاص نہ دیکھیں گے اور یہ (تدین خاص) ان کے صفات محمودہ اور اخلاق فاضلہ پیدا کرنے سے ہوسکتا ہے منجملہ ان صفات حمیدہ کے جن سے وہ مقتدا اور مرجع خلائق بن سکتے ہیں، استغنا ہے اور طمع وکبر کا نہ ہونا ہے۔

# اصل ہشتم

اس زمانہ میں بہت سے لوگوں نے صلاح نفس کو برباد کرکے بہم آزادی ومطلق العنانی وبد سلیقگی وبدمعاملگی وبدعہدی وبدخلقی اور بدانتظامیوں سے اپنے کو ایسا ضائع کیا ہے کہ اب نہ تو وہ معاش (دنیا) ہی کے قابل رہے اور نہ معاد (آخرت) کے، اس لئے کہ ان کی قوت عملیہ ہی بیکار ہوگئی اور وہ اپنے نفس کے ہاتھوں تباہ ہوگئے، فریب نفس پر ان کو تنبہ ہو تب دونوں کی تعمیر ممکن ہے ایسے لوگوں کی اصلاح ہر شخص کا کام نہیں بلکہ ماہر مصلح ہی کرسکتا ہے کہ وہی ان کے فریبوں پر انھیں مطلع کرکے راہ پر لگا سکتا ہے اور وہی ان کو اس ہلاکی سے نکال سکتا ہے اور گئی ہوئی قوت علیہ واپس دلاسکتا ہے جس سے معاش اور

معاد دونوں منتظم ہوسکتے ہیں اور فلاح دارین حاصل ہوسکتی ہے۔

## اصل نہم

اصلاحِ نفس بغیر سیاست (تربیت) ناممکن ہے اور فی زمانناطالبین کی حالت یہ ہے کہ غلبۂ نفس اور ہویٰ وہوس سے نفس کے خلاف ادنیٰ بات بھی گوارا نہیں ہوتی گو علماء دین ومفتیان شرع متین ہی کی طرف سے کیوں نہ ہو۔ دیکھا جاتا ہے کہ علماء حق کو حق بات کہنے پر طرح طرح سے بدنام کیا جاتا ہے اور اس بدنام کرنے میں عوام کے ساتھ ان کے ہم مشرب علماء بھی شریک ہوجاتے ہیں۔ فیا حسرتاہ دیاویلتاہ ویامصیبتاہ۔

## اصل دہم

آجکل دیکھا جاتا ہے کہ مریدین وطالبین قرب مشائخ ڈھونڈتے ہیں ان میں سے بعض مریدین کا تو مقصود ہی دین اور خدا تک پہنچنا نہیں ہوتا بلکہ مشائخ ہی مقصود ہوتے ہیں یا کچھ دنیوی اغراض ہوتی ہیں، لہٰذا ان کے اس فعل کو جنون اور خود ان کو مجنون کہنا بعید نہ ہوگا۔ اور جن مریدوں کا مقصود دین ہوتا ہے ان کی بھی دو قسمیں ہیں، بعض تو اس کو قرب شیخ، انقیاد واتباع کامل اصلاح اعمال و اخلاق اور طلب صادق کے ذریعہ حاصل کرتے ہیں، جو سراسر محمود ومقصود اور مطلوب ہے۔ اور بعض کی نیت گو قرب مشائخ سے دین ہی ہوتی ہے لیکن وہ اس کے حصول کے لیے اتباع، انقیاد، اطلاع حالات اور اصلاح کو ذریعہ نہیں بناتے بلکہ محض ظاہری ورسمی حاضرباشی، دست بوسی، نذرانہ گذاری اور تملق وچاپلوسی تک ان کا ذریعہ محدود رہتا ہے۔ ایسا تعلق اور قرب غیر محمود ہے اور ایسا طالب، طالب کاذب ہے اس کو اگر مجنون نہ کہا جائے تو یہ شخص احمق ضرور ہے۔ اس لئے کہ اس کا مطلوب صحیح اور محمود ہے۔ لہٰذا اس کو مجنون نہیں کہا جاسکتا، لیکن اس کے حاصل کرنے کا طریقہ اس نے غلط اختیار کیا ہے اس لئے اس کے احمق ہونے میں تو کلام ہی نہیں ہے۔ جیسا کہ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:-

| | |
|---|---|
| والفرق بین الحمق والجنون ان الاحمق مقصودہ صحیح ولکن سلوکہ الطریق فاسد فلا تکون لہ رویۃ صحیحۃ | حماقت اور جنون میں فرق یہ ہے کہ احمق کا مقصد تو صحیح ہوتا ہے لیکن اس کا طریق کار غلط ہوتا ہے پس اس کے لئے (یعنی اس شخص کے لئے جو مجنون ہو) |

فی سلوک الطریق الموصل فی الغرض واما المجنون فانه یختار مالا ینبغی ان یختار فیکون اصل اختیارہ وایثارہ فاسداً۔ (احیاء العلوم ص۵۵ ج۳)

قطعی اصابت رائے نہیں ہوتی اس راستہ کے اختیار کرنے میں جو مقصود تک پہنچانے والا ہو۔ اور مجنون تو ایسی چیز کو اختیار کرتا ہے جس کو اختیار نہ کرنا چاہئے پس اس کا انتخاب اور اختیار ہی سرے سے فاسد ہو جاتا ہے۔

**اضافہ از ناقل** حاصل یہ ہے کہ انسان تین طرح کے ہوتے ہیں۔ عاقل، احمق، اور مجنون۔ عاقل وہ ہے جس کا مقصد اور طریق کار دونوں صحیح ہوں۔ احمق وہ ہے جس نے کسی صحیح مقصد کی خاطر غلط طریق کار اختیار کر رکھا ہو۔ اور مجنون وہ ہے جس کا کوئی صحیح مقصد ہی نہ ہو۔ پس اس طریق میں بھی عاقل وہ شخص ہے جس کا مقصود خدا تعالیٰ تک پہنچنا ہو اور اس کا طریق اس نے انقیاد واتباعِ شیخ کامل کو بنایا ہے۔ اور اگر مقصود حق تعالیٰ ہی ہیں لیکن طریق کار شیخ سے صرف رسمی تعلقات اور اس کی چاپلوسی وغیرہ تجویز کیا ہے تو یہ شخص احمق ہے۔ اور وہ شخص جس کا مطلوب ہی شیخ ہو، خدا تک پہنچنا اس کا مقصد ہی نہ ہو وہ مثل مجنون کے ہے کیونکہ اس کا انتخاب ہی سرے سے فاسد ہے ــــ انسان کی ان ہی دونوں پہلی قسموں کا تذکرہ اس حدیث میں ہے:۔

عن شداد بن اوسؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الکیس من دان نفسہ وعمل لما بعد الموت۔ العاجز من اتبع نفسہ ھواھا وتمنی علی اللہ الامانی۔ رواہ الترمذی واحمد والحاکم وابن ماجہ (الادب النبوی ص۲۲۵)

حضرت شداد بن اوسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیّس (یعنی عاقل تجربہ کار اور عاقبت اندیش) وہ شخص ہے جس نے اپنے نفس کو ذلیل اور پامال کرکے اسپر قابو پالیا ہو اور عمل (واہتمام) کیا ہو مرنے کے بعد والی زندگی) کے لئے (یعنی خالق ومخلوق، نفس، اہل وعیال اور اپنی قوم کا حق ادا کرکے بعث وحشر، حساب کتاب سزا وجزا کی تیاری کرلی ہو) اور عاجز (یعنی واجب میں کوتاہی کرنے والا) وہ شخص ہے جس نے اپنے نفس سے خواہشات کی اتباع کرائی ہو (پس اپنی شہوات کا ایسا تابع ہو گیا ہو کہ اس کے ہر حکم پر لبیک کہتا ہو۔ یہی شخص مستحق ہے اس کا کہ اس کو احمق کہا جائے) اور اس کی حماقت میں اضافہ ہو جاتا ہے اس بات سے کہ یہ شخص کچھ نہ کرنے کے باوجود) اللہ تعالیٰ سے اپنی تمناؤں اور آرزوؤں کے ملنے کی امید لگائے بیٹھا ہے (اور اپنی بے عملی وبے راہ روی کے متعلق اپنے دل کو کبھی یوں تسلی دیتا ہو کہ اللہ تعالیٰ بڑے غفور ورحیم ہیں اور کبھی اس طرح کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت بہت وسیع ہے

اور کبھی یہ خیال کر لیتا ہو کہ اخیر عمر میں گناہوں سے توبہ کر لیں گے اور تلافی مافات کر لیں گے حالانکہ اس مسکین کو یہ نہیں معلوم کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت تو لکھی ہوئی ہے (صرف) ان لوگوں کے لئے جو اس سے ڈرتے ہیں، زکوٰۃ ادا کرتے ہیں، اس کی آیات پر ایمان رکھتے ہیں اور اسکے نبی امی صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرتے ہیں نیز اس مغفل نے یہ بھی نہ جانا کہ موت کا کیا اعتبار کہ کب آجائے کتنے جوان العمر طاقتور اور تندرست لوگ موت کا نشانہ بن چکے ہیں (الحاصل کام کچھ نہ کرنا اور ثمرات کا منتظر رہنا ایک ایسا خواب ہے جو کبھی شرمندۂ تعبیر نہ ہوگا اور اس کا قائل کسی احمق سے کم نہیں ہے)

اسی قسم کی تمنا کے متعلق قرآن شریف میں فرمایا گیا ہے:۔

لَيْسَ بِاَمَانِيِّكُمْ وَ لَآ اَمَانِيِّ اَهْلِ الْكِتٰبِ مَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا يُّجْزَ بِهٖ الآیہ۔ نہ تمہاری تمناؤں سے کام چلتا ہے اور نہ اہل کتاب کی تمناؤں سے (کہ خالی خولی زبان سے اپنے فضائل بیان کیا کریں، بلکہ مدار کار طاعت پر ہے۔ پس جو شخص طاعت میں کمی کرے گا اور) کوئی برا کام کرے گا (خواہ از قسم عقائد ہو یا از قسم اعمال) وہ اس کے عوض میں سزا دیا جائے گا (تفسیر بیان القرآن ص ۱۵۹ ج ۲)

# اصل یازدہم

(سوانح حیات مولانا شاہ محمد حسین صاحب الہ آبادی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک مضمون ان اصول کے مناسب معلوم ہوا لہٰذا وہ بعینہٖ نقل کیا جاتا ہے):۔

"اس زمانہ میں لوگوں کی ہمتیں ریاضات میں مشقت اٹھانے سے پست ہوگئیں آرام طلبی کا نفس خوگر ہو گیا اور جاہ طلبی انسان کے لئے جبلی اور فطری امر ہے، اگر علماء کی جماعت میں ہوئے تو خیال یہ پیدا ہوا کہ ہمیں لوگ ایسی نظر سے دیکھیں جس نظر سے علماء باللہ کو دیکھتے ہیں۔ اگر مشائخ وصوفیہ کے لباس میں ہوئے تو اس کی ہوس پیدا ہوئی کہ اسطرح مانے جائیں جس طرح جنید و شبلیؒ و بایزید مانے جاتے تھے۔ ادھر افعال، عادات، مجاہدات کو دیکھا تو مطلع صاف۔"

# اصل دوازدہم

قال امام الغزالیؒ فی کتاب الامر بالمعروف امام غزالیؒ نے اپنی کتاب احیاء العلوم میں امر بالمعروف

والنہی عن المنکر من ربع العادات
الثانی من کتب احیاء العلوم الدین
بعد الحمد والصلوٰۃ - ھذہٖ عبارتہٗ

امابعد فان الامر بالمعروف و
النہی عن المنکر ھو القطب الاعظم
فی الدین وھو المھم الذی ابتعث
اللہ لہ النبیین اجمعین ولوطوی
بساطہ واھمل عملہ لتعطلت النبوۃ
واضمحلت الدیانۃ وعمت الفترۃ
وفشت الضلالۃ وشاعت الجھالۃ
واستشری الفساد واتسع الخرق
وخربت البلاد وھلک العباد وان
لم یشعروا بالھلاک الا یوم التناد و
قد کان الذی خفنا ان یکون، اِنَّا لِلّٰہِ
وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ، اذ قد اندرس
من ھذا القطب عملہ وعلمہ وانمحی
بالکلیۃ حقیقتہ ورسمہ واستولت
علی القلوب مداھنۃ الخلق وانمحت
عنھا مراقبۃ الخالق واسترسل الناس
فی اتباع الھوی والشھوات استرسال
البھائم وعز علی بساط الارض مومن
صادق لا تاخذہ فی اللہ لومۃ لائم

اور نہی عن المنکر کے بیان میں بعد حمد وصلوٰۃ کے فرمایا ہے - عبارت یہ ہے کہ :—

امابعد بلاشبہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر دین میں قطب اعظم ہے اور یہی وہ مہم ہے جس کیلئے اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء علیہم السلام کو مبعوث فرمایا ہے اگر اس کا بساط تہ کر دیا جائے اور اس کا علم وعمل مہمل بنا دیا جائے تو نبوت معطل ہو جائے (یعنی اس کا اب کوئی کام ہی نہ رہ جائے) اور دیانت مضمحل ہو جائے (کیونکہ دیانت معروف ومنکر میں منحصر ہے، سستی وتکاسل (اعمال میں) عام ہو جائے۔ جہالت اور فساد شائع وساری ہو جائے اور خروق اور اختلاف کی خلیج وسیع ہو جائے اور ملک خراب ہو جائے تمام لوگ ہلاک ہو جائیں اگرچہ وہ اپنی ہلاکت کو قیامت سے پہلے نہ سمجھیں (بالآخر) جس کا ہمیں خوف تھا وہ ہو کر رہا - انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اس لئے کہ اس قطب اعظم کا علم وعمل محو ہو گیا اور اس کی حقیقت اور رسم تک مٹ گئی، قلوب پر مداہنت خلق کا استیلاء وتسلط ہو گیا اور خالق کا مراقبہ قلوب سے محو ہو گیا، لوگ اتباع ہوا میں ایسے پڑ گئے جیسے بہائم چھوٹ کر کھیت میں پڑ جاتے ہیں اور ساری روئے زمین پر ایسا مؤمن صادق نادر الوجود ہو گیا جسکو حق تعالیٰ کے بارے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا خوف نہ ہو۔

# اصل سیزدہم

قال صاحب روح المعانی تحت قوله تعالیٰ اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ الآیة۔ ثم ان هذا التوبیخ والتقریع وان کان خطابا لبنی اسرائیل الا انه عام من حیث المعنی لکل واعظ یأمر ولا یأتمر ویزجر ولا ینزجر ینادی الناس "البدار البدار" ویرضی لنفسه التخلف والبوار یدعو الخلق الی الحق وینفر عنه ویطالب العوام بالحقائق ولا یشم ریحها منه وهذا هو الذی یبدأ بعذابه قبل عبدة الاوثان ویعظم ما یلقی لوفور تقصیره یوم لا حاکم الا الملك الدیان وعن محمد بن واسع قال بلغنی ان اناسا من اهل الجنة اطلعوا علی ناس من اهل النار فقالوا لهم قد کنتم تأمروننا باشیاء عملناها فدخلنا الجنة قالوا کنا نأمرکم بها ونخالف الی غیرها

آیت شریفہ اتامرون الناس بالبر وتنسون انفسکم کے تحت صاحب روح المعانی نے فرمایا ہے کہ اس توبیخ و سرزنش میں اگرچہ بظاہر خطاب بنی اسرائیل کو ہے لیکن درحقیقت یہ ہر شخص کے لئے عام ہے جو دوسرے کو باز رکھے اور خود باز نہ رہے، لوگوں کو پکارا رہے کہ (اعمال حسنہ میں) جلدی کرو جلدی کرو اور خود پسماندگی اور ہلاکت پر راضی ہو، مخلوق کو حق کی دعوت دے اور خود اس سے گریز کرے عوام سے حقائق کا مطالبہ کرے اور خود اسکی ہوا بھی نہ لگی ہو یہی وہ شخص ہے کہ بت پرستوں کے عذاب سے قبل اس کو عذاب دیا جائے گا۔ اور چونکہ اس کی تقصیر بڑی ہے اس لئے اس کو سزا بھی بڑی ملیگی جس دن کہ کوئی حاکم نہ ہوگا بجز ملک دیان کے۔ محمد بن واسعؒ سے مروی ہے انھوں نے کہا کہ مجھے یہ روایت پہنچی ہے کہ جنت کے کچھ لوگ بعض اہل نار کو دیکھیں گے پس ان سے کہیں گے تم لوگوں نے ہمیں باتیں بتائی تھیں جن پر عمل کرکے ہم جنت میں داخل ہو گئے، پھر تم لوگ دوزخ میں کیسے پڑے ہو، وہ لوگ جواب دینگے کہ جن باتوں کا ہم تم کو حکم کرتے تھے خود اس کے خلاف کرتے تھے اس لئے ہمارا یہ حشر ہوا۔

# اصل چہاردہم

(الوظیفة الثامنة) ان یکون المعلم عاملا بعلمه فلا یکذب قوله فعله لان

معلم کا آٹھواں وظیفہ یہ ہے کہ اپنے علم پر عامل ہو اس کا فعل اس کے قول کی تکذیب نہ کرے اس لئے کہ علم

العلم يدرك بالبصائر والعمل يدرك بالابصار وارباب الابصار اكثر فاذا خالف العمل العلم منع الرشد وكل من تناول شيئا وقال للناس لاتتناولوه فانه سم مهلك سخر الناس به واتهموه وزاد حرصهم عليه فيقولون لولا انه اطيب الاشياء والذها لما كان يستاثر به ومثل المعلم المرشد من المسترشدين مثل النقش من الطين والظل من العود فكيف ينقش الطين بما لانقش فيه ومتى استوى الظل والعود اعوج واذا اعوج العود اعوج الظل ولذلك قيل في المعنى ؎

لاتنه عن خلق وتاتي مثله
عار عليك اذا فعلت عظيم

وقال الله تعالى اتامرون الناس بالبر وتنسون انفسكم ولذلك كان وزر العالم في معاصيه اكبر من وزر الجاهل اذ يزل بزلته عالم و يقتدون به ومن سن سنة سيئة فعليه وزرها ووزر من عمل بها ولذلك قال علي رض قصم ظهري رجلان عالم متهتك وجاهل متنسك فالجاهل

کا ادراک تو باطنی آنکھ سے ہوتا ہے اور عمل ظاہری آنکھوں سے دیکھا جاتا ہے اور ظاہری آنکھ والے بہ نسبت باطنی کے زیادہ ہیں (تو ہو سکتا ہے کہ علم کا ادراک نہ ہو اور بدعملی کا ادراک ہو جائے)، پس اگر عمل علم کے خلاف ہوگا تو ہدایت سے مانع ہوگا اور جو شخص خود تو کوئی کام کرے اور لوگوں سے کہے کہ تم نہ کرو تو یہ سم قاتل ہے لوگ اس کا مذاق اڑائیں گے اور اسکو متہم گردانیں گے اور اس چیز کے کرنے پر انکی حرص زیادہ ہوگی، یہ خیال کرتے ہوئے کہ اگر یہ کوئی پسندیدہ اور اچھی چیز نہ ہوتی تو وہ خود کیوں کرتا۔ اور مثال ہدایت کرنے والے معلم اور اس سے ہدایت حاصل کرنیوالوں کی ایسی ہے جیسے نقش اور مٹی اور سایہ اور لکڑی پس گندھی ہوئی مٹی کو کیونکر نقش کیا جاسکتا ہے ایسے سانچے سے جس میں نقش نہ ہو اور سایہ کیسے سیدھا ہو سکتا ہے جبکہ لکڑی ہی ٹیڑھی ہو، جب لکڑی ٹیڑھی ہوگی ظاہر ہے کہ سایہ بھی ٹیڑھا ہوگا اور اسی معنی میں یہ شعر ہے (ترجمہ) "ایسا نہ کرو کہ ایک بات سے دوسروں کو منع کرو اور خود اسے کرو، اگر ایسا کیا تو تمہارے لئے یہ بڑی شرم کی بات ہے" اور حقتعالیٰ نے فرمایا ہے کہ کیا غضب ہے کہ کہتے ہو لوگوں کو نیک کام کرنیکو اور اپنی خبر نہیں لیتے اسی واسطے عالم کے گناہ کا وبال جاہل کے گناہ سے زیادہ ہے کیونکہ اس کی لغزش سے ایک دنیا کو لغزش ہو جاتی ہے اور لوگ اسکی اقتدا کرتے ہیں اور حدیث شریف میں ہے کہ، جو شخص کوئی برا طریقہ ایجاد کرے تو اسپر اپنا وبال بھی ہوگا۔ اور ان لوگوں کا وبال بھی ہوگا جن لوگوں نے اسپر عمل کیا ہے، اسیواسطے حضرت علی رض نے فرمایا ہے کہ میری کمر دو

يغرّ الناس بتنسكه والعالم يغرهم بهتكه والله اعلم (احياء العلوم ج۱ ص۶۳)

آدمیوں نے توڑ رکھی ہے ایک عالم جو حکم شرعی کی پرواہ نہ کرتا ہو (بیحرمتی اور ہتک کرتا ہو) اور دوسرا عبادت گزار جاہل، جاہل اس لئے کہ لوگ اس کی عبادت سے دھوکے میں پڑینگے اور عالم اس لئے کہ اپنی بے عملی سے لوگوں کو دھوکہ میں ڈالے گا۔ واللہ اعلم بالصواب)

## اصل پانزدہم

(وفی تبيين المحارم لاشك فی فرضية علم الفرائض الخمس وعلم الاخلاص لان صحة العمل موقوفة عليه وعلم الحلال والحرام وعلم الرياء لان العابد محروم من ثواب عمله بالرياء وعلم الحسد والعجب اذهما ياكلان العمل كما تاكل النار الحطب وعلم البيع والشراء والنكاح والطلاق لمن اراد الدخول فی هذه الاشياء وعلم الالفاظ المحرمة اوالمكفرة ولعمری هذا من اهم المهمات فی هذا الزمان لانك تسمع كثيرا من العوام يتكلمون بما يكفرهم عنها غافلون والاحتياط ان يجدد الجاهل ايمانه كل يوم ويجدد نكاح امرأته عند شاهدين فی كل شهر مرة او مرتين اذ الخطاء ان لم يصدر من الرجل فهو من النساء كثير (شامی ج۱ ص۳۰)

تبیینِ المحارم میں لکھا ہے کہ فرائض خمسہ (یعنی ارکان اسلام کلمۂ توحید، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ) کا علم حاصل کرنا فرض ہے اور علم الاخلاص (کے حاصل کرنے کا طریقہ جاننا) بھی فرض ہے اس لئے کہ عمل کی صحت اسی پر موقوف ہے (اسی طرح) حلال وحرام کا علم بھی ضروری ہے) اور ریاء کا علم بھی فرض ہے اس لئے کہ عبادت کرنیوالا اسی ریاء کی وجہ سے عمل کے ثواب سے محروم رہتا ہے حسد اور عجب کا علم بھی فرض ہے کیونکہ یہ دونوں عمل کو اس طرح سے کھا کر ختم کر دیتے ہیں جس طرح آگ لکڑی کو جلا کر راکھ کر دیتی ہے) نیز خرید و فروخت نکاح وطلاق کے مسائل کا علم ہر اس شخص کیلئے ضروری ہے جس کو ان امور سے سابقہ پڑتا ہو، اسی طرح الفاظ محرمہ اور کلمات کفریہ کا جاننا بھی فرض ہے اور میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اس آخری چیز کا علم اس زمانہ میں ایک اہم المہمات میں سے ہے۔ اس لئے کہ تم بہت سے عوام کو کلمات کفریہ زبان سے نکالدیتے سنوگے اور ان غریبوں کو اس کا پتہ بھی نہیں ہوتا۔ پس احتیاط یہ ہے کہ جاہل (اور عامی شخص) اپنے ایمان کی ہر روز تجدید کر لیا کرے اور دو گواہوں کے سامنے ہر مہینہ میں ایکبار یا دوبار اپنے نکاح کی بھی تجدید کر لیا کرے اس لئے کہ اس قسم کی غلطیاں اگر مرد سے نہ بھی واقع ہوں تاہم عورتوں سے

بکثرت وقوع میں آتی رہتی ہیں۔

## اصل شانزدہم

اخبرنا عبد الملک بن سلیمان ابو عبد الرحمن الانطاکی عن عباد بن عباد الخواص الشامی ابو عتبة قال اما بعد اعقلوا والعقل نعمة فرب ذی عقل قد شغل قلبه بالتعمق فیما هو علیه ضرر عن الانتفاع بما یحتاج الیه حتی صار عن ذلک ساهیاً ومن فضل عقل المرء ترک النظر فیما لا نظر فیه حتی لا یکون فضل عقله وبالاً علیه فی ترک مناقشة من هو دونه فی الاعمال الصالحة

خبر دی ہمیں ابو عبد الرحمن عبد الملک بن سلیمان انطاکی نے بیان کرتے ہوئے ابو عتبہ عباد بن عباد شامی سے کہ انھوں نے فرمایا، اما بعد! (اے لوگو) عقل اور سمجھ سے کام لو اور جان لو کہ عقل ایک بڑی نعمت ہے، مگر بہت سے عقل والے ایسے بھی ہیں کہ ان کا قلب مضر اشیاء میں شغف کے ساتھ مشغول ہونے کی وجہ سے اپنی مفید اور ضروری چیزوں سے بھی منتفع ہونے سے قاصر ہو گیا ہے یہاں تک کہ (وہ قلب گویا) ان مفید چیزوں کو بھول ہی گیا ہے۔ انسان کے کمال عقل سے یہ بات ہے کہ وہ کسی ایسی چیز میں غور و خوض نہ کرے جو قابل توجہ و التفات نہ ہو تاکہ اس کی زیادتی عقل اس پر وبال نہ ہو جائے (کسی ایسے موقع میں جو محتاج نظر و توجہ ہو مثلاً) اس شخص سے مناقشہ اور تعرض ترک کرنے میں جو اپنے سے اعمال صالحہ میں کم ہو (کہ یہ محل نظر ہے کیونکہ ممکن ہے کہ اس کی عقل ایسے شخص سے مناقشہ کرنے میں تردد کرے اور عجب نہیں کہ مناقشہ ہی کو اچھا سمجھے حالانکہ عقل کا فیصلہ ہونا یہ چاہئے کہ اس سے تعرض نہ کیا جائے اس لئے کہ اعمال صالحہ کی کمی ایک ایسی عملی کوتاہی ہے جو مناقشہ کی اجازت نہیں دیتی ورنہ اگر ایسی بات پر بھی مناقشہ کا دروازہ کھولا جائے گا تو دنیا فتنہ و فساد سے بھر جائے گی پس اگر اس نے سمجھ سے کام نہ لیا بلکہ عقل کی تیزی کی وجہ سے ایسے شخص سے بھڑ گیا، یہی عقل کا وبال ہونا ہے۔

او رجل شغل قلبه ببدعة قلد فیها دینه رجالاً دون اصحاب رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم

یا (متردد ہو) ایسے شخص سے مناقشہ ترک کرنے میں جس کا قلب کسی ایسی بدعت کیساتھ مشغول ہو جس میں اس نے اپنے دین کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ کے علاوہ دوسرے اشخاص کا تابع بنا دیا ہو) یہ مقام بھی قابل توجہ ہے اس میں بھی عقل کو وبال ہونے سے

بچانا چاہیئے یعنی عقل اگر ایسے شخص سے مناقشہ کو روکے اور مصالح دکھلاکر ترک کو ترجیح دے تو اس کو
تر س نہ کرنا چاہیئے کیونکہ اس شخص کی یہ اعتقادی خرابی ہے اگر اس کا انسداد نہ کیا گیا تو دنیا میں بدعتی
کا دورہ دورہ ہو جائیگا ایسی صورت میں اس کا مناقشہ نہ کرنا بھی عقل کے وبال ہونے کا مصداق ہے

او اکتفی برائہ فیما لا یری الهدی الا
فیہا ولا یری الضلالة الا ترکہا یزعم
انہ اخذها من القرآن وهو یدعو
الی فراق القرآن فما کان للقرآن
حملة قبلہ وقبل اصحابہ یعملون بمحکمہ
ویؤمنون بمتشابہہ وکانوا منہ علی
منار اوضح الطریق وکان القرآن
امام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و
کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
اماما لاصحابہ وکان اصحابہ ائمة لمن
بعدہم رجال معروفون منسوبون
فی البلدان متفقون فی الرد علی
اصحاب الاهواء مع ما کان بینہم
من الاختلاف وتسکع اصحاب
الاهواء برائہم فی سبل مختلفة جائرة
عن القصد مفارقة للصراط المستقیم
فتوقفت بہم ادلاؤہم فی مہامة
مضلة فامعنوا فیہا متعسفین فی
ہیأتہم کلما احدث لہم الشیطان
بدعة فی ضلالتہم انتقلوا منہا الی

یا ایسے شخص سے (مناقشہ کرنے میں متردد ہو) جس نے اپنی رائے
پر اکتفاء (اور اعتماد) کیا ہو ایسے (اہم) مسائل (منقولہ)
میں کہ ہدایت اسی میں منحصر ہو اور ترک اس کا موجب
ضلالت ہو (اور عقل کی وہاں دسترس نہو اور نہ عقل کا حکم
معتبر ہو) اس کا خیال تو یہ ہو کہ اس نے اس مسئلہ کو قرآن سے
اخذ کیا ہے حالانکہ (حقیقۃً) وہ قرآن کو چھوڑنیکی دعوت دے
رہا ہے (کیونکہ وہ خود اس کا مخترع ہے اور قرآن کے خلاف
ہے)، (یہ شخص جو مدعی ہے فہم قرآن کا اس سے دریافت کرنا
چاہیئے کہ) کیا قرآن کے پڑھنے اور سمجھنے والے اس کے اور اس
کے ساتھیوں سے پہلے کچھ لوگ ایسے نہیں گزرے ہیں جو اس کے
محکم پر عامل رہے اور اس کے متشابہات پر ایمان رکھتے ہوں
اور اس (مدعی) کے اعتبار سے ایک واضح راستہ کے منارہ پر
فائز رہے ہوں (بیشک ایسے لوگ گزرے ہیں دیکھو) جناب
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا امام قرآن تھا اور (آپؐ) صحابہؓ
کے امام تھے اور صحابہ کرام بعد میں ہونے والے سب لوگوں کے
امام تھے اور تمام بلاد میں مشہور و معروف تھے اور سب کے سب
اہل اہواء کا رد کرنے میں متفق تھے باوجود اس کے کہ ان اہل اہواء
میں آپسمیں خیالات کا اختلاف بھی تھا اور وہ لوگ اپنی اپنی
رائے اور خیالات کو لیکر ایسے مختلف راستوں میں حیران تھے
جو میانہ روی سے دور اور صراط مستقیم کے بالکل مخالف تھے۔ ان

اہل اہواء کے رہنما سست اور کمزور ہو کر ایک گمراہ کن (حالت کے) وسیع میدان میں پڑ گئے اور انہیں اچھی طرح واقع ہو گئے درآنحالیکہ وہ اپنی اس حالت میں بلا سوچے سمجھے داخل ہونے والے تھے اور جب بھی شیطان ان کے لئے ان کی گمراہیوں میں سے کسی بدعت کی ایجاد کرتا تو (نہ صرف یہ کہ اسے کر لیتے) اس سے دوسری بدعت کی طرف بھی منتقل ہو جاتے اور یہ اس لئے (ہوتا تھا) کہ ان لوگوں نے نہ تو اسلام کا طریقہ اختیار کیا اور نہ مہاجرین ہی کی اقتداء پسند کی حضرت عمرؓ سے منقول ہے کہ آپ نے حضرت زیادؓ سے پوچھا، جانتے ہو اسلام کو منہدم کرنے والی کیا چیز ہے پھر خود ہی فرمایا کہ تین چیزیں ہیں، ایک تو، عالم کی لغزش (دوسرے) منافق کا جدال بالقرآن (یعنی خود اس کے دل میں قرآن کی عظمت نہ ہو مگر دوسروں سے جدال و مناظرہ کے وقت قرآن کی آیتیں پیش کرے تیسرے گمراہ کن ائمہ۔

اتقوا الله وما حدث في قرائكم واهل مساجدكم من الغيبة والنميمة والمشي بين الناس بوجهين ولسانين وقد ذكر ان من كان ذا وجهين في الدنيا كان ذا وجهين في النار. يلقاك صاحب الغيبة فيغتاب عندك من يرى انك تحب غيبته ويخالفك الى صاحبك فياتيه عنك بمثله فاذا هو قد اصاب عند كل واحد منكما حاجته وخفي على كل واحد منكما ما اتى صاحبه حضوره عند من حضره حضور الاخوان وغيبته عمن غاب عنه غيبة الاعداء من حضر منهم كانت له الاثرة ومن غاب منهم لم يكن له حرمة يغبن من حضره بالتزكية ويغتاب من غاب عنه بالغيبة

لوگو! خدا سے ڈرو اور ان چیزوں سے بچو جو تمہارے (آجکل کے) قراء یعنی علماء اور اہل مساجد (یعنی نمازیوں) میں پیدا ہو گئی ہیں یعنی غیبت، چغلخوری اور لوگوں سے دو رخے پن سے ملنا جلنا حالانکہ (حدیث میں آیا ہے) کہ جو شخص دنیا میں دو رخا ہو گا اس کے لئے دوزخ میں بھی دو رخ ہوں گے۔ غیبت کرنیوالا کرتا یہ ہے کہ (تم سے ملتا ہے تو تم سے ایسے شخص کی غیبت کرتا ہے جس کے بارے میں یہ سمجھتا ہے کہ تم اس کی غیبتوں کو پسند کرو گے اور اس پر خوش ہو گے) پھر تم سے ہٹ کر تمہارے ساتھی کے پاس آتا ہے (جس کی غیبت تم سے کر چکا ہے) اور اس سے تمہارے متعلق اسی قسم کی باتیں کرتا ہے (اس طرح) تم دونوں میں سے ہر ایک سے اپنا مقصد تو حاصل کر لیتا ہے اور ہر شخص سے دوسرے کی بات پوشیدہ رکھتا ہے اس کی حاضری اس شخص کے پاس جس کے یہاں وہ جاتا ہے بھائیوں جیسی حاضری ہوتی ہے یعنی اس کے سامنے بالکل بھائی جیسا بن جاتا ہے) اور اس کا

غائب ہونا اس شخص کے سامنے سے جس کے یہاں سے وہ غائب ہوتا ہے دشمنوں کی سی غیبت ہوتی ہے (یعنی پیٹھ پیچھے دشمن جیسا ہوتا ہے) ان میں سے جو سامنے پڑ جائے بس اسی کو ترجیح ہے اور جو موجود نہ ہو اس کا کوئی احترام نہیں جس کے پاس حاضر ہو تعریف کر کے اس کو دھوکے میں رکھے اور جس کے پاس سے غائب ہو برائیاں کر کے اس کی غیبت کرے۔ (افسوس)

فیالعباد اللہ اما فی القوم من رشید ولا مصلح بہ یقسح ھذا عن مکیدتہ ویردہ عن عرض اخیہ المسلم بل عرف ھواھم فیما مشی بہ الیھم فاستمکن منھم واکنوہ من حاجتہ فاکل بدینہ مع ادیانھم

ان اللہ کے بندوں (عالموں اور نمازیوں) کو کیا ہو گیا ہے پھر کیا ساری قوم میں کوئی سمجھدار شخص نہیں رہ گیا ہے اور کیا قوم میں کوئی بھی ایسا مصلح (اور خیر خواہ) موجود نہیں ہے جو (اس جیسے فتنہ پرداز سے) اسکی یہ چالبازی چھڑا دے اور اس کو اپنے مسلمان بھائی کی بے عزتی کرنے سے روک دے (اس غیبت کرنیوالے سے اسکی عادتِ بد کو چھڑانا اور اسکو اس فعل شنیع سے باز رکھنا تو درکنار) دیکھا یہ جاتا ہے کہ خود لوگوں کی بھی رغبت اسکی غیبت کی طرف ہوتی ہے پس وہ غیبت کرنیوالا لوگوں سے اپنی خواہش پوری کرتا ہے اور دوسرے لوگ اس سے اپنی خواہش پوری کرتے ہیں (یعنی ہر ایک محظوظ ہوتا ہے، ایک سنکر دوسرا سنا کر) اس طرح وہ غیبت کرنے والا اپنا بھی دین کھا ڈالتا ہے اور ان کا بھی (یعنی دونوں کی نیکیوں کے ضیاع کا سبب بنتا ہے۔

فاللہ اللہ ذُبُّوا عن حُرَمِ اعیانکم وکفوا السنتکم عنھم الا من خیر وناصحوا اللہ فی امتکم اذ کنتم حملۃ الکتاب والسنۃ فان الکتاب لا ینطق حتی ینطق بہ وان السنۃ لا تعمل حتی یعمل بھا فمتی یتعلم الجاھل اذا سکت العالم فلم ینکر ما ظھر ولم یامر بما ترک وَقَدْ اَخَذَ اللہُ مِیْثَاقَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتَابَ لَیُبَیِّنُنَّہٗ لِلنَّاسِ وَلَا یَکْتُمُوْنَہٗ

(اے عالمو اور نمازیو) اللہ سے ڈرو۔ اللہ سے ڈرو، اپنے بھائیوں کی پردہ دری سے باز رہو اور ان کے متعلق گفتگو کرنے سے اپنی زبانوں کو روکو بجز اس کے کہ کوئی اچھی بات ہو اور اپنی قوم کے لیے (خدا کے دین کے) ناصح بنو اس لیے کہ تم کتاب و سنت کے حامل ہو اور (دیکھو) کتاب خود تو بولے گی نہیں یہاں تک کہ اسکے ذریعہ سے بولا جائے اسیطرح یہ بھی یقینی ہے کہ سنت خود تو عمل کریگی نہیں یہانتک کہ اسپر عمل کیا جائے (یعنی کتاب و سنت کا نطق اس کا پڑھنا اور اسپر عمل کرنا ہے) پھر بھلا کیسے سیکھ سکتا ہے ایک جاہل جبکہ عالم ہی خاموش رہیگا جو نہ اس جاہل کے افعال ظاہرہ (خلاف

شرع) پر نکیر کرے اور نہ اس کو اعمال متروکہ (معروفہ) کا امر کرے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب سے عہد لیا ہے کہ وہ لوگ اسکی کتاب کو لوگوں تک ضرور بالضرور پہونچائیں گے اور چھپائیں گے نہیں۔

اتقوا اللہ فانکم فی زمان رق فیه الورع وقل فیه الخشوع وحمل العلم مفسدوہ فاحبوا ان یعرفوا بحمله و کرهوا ان یعرفوا باضاعته فنطقوا فیه بالهوی لما دخلوا فیه من الخطأ وحرفوا الکلم عما ترکوا من الحق الی ما عملوا به من باطل فذنوبهم ذنوب لا یستغفر منها وتقصیرهم تقصیر لا یعترف به کیف یهتدی المستدل المسترشد اذا کان الدلیل حائرا احبوا الدنیا وکرهوا منزلة اهلها فشارکوهم فی العیش و زایلوهم بالقول ودافعوا بالقول عن انفسهم ان ینسبوا الی عملهم فلم یتبرؤا مما انتفوا منه ولم یدخلوا فیما نسبوا الیه انفسهم لان العامل بالحق متکلم وان سکت وقد ذکر ان اللہ تعالیٰ یقول انی لست کل کلام الحکیم اتقبل و لکنی انظر الی همه وهواه فان کان همه وهواه لی جعلت صمته

(اے عالمو) اللہ سے ڈرو اسلئے کہ تم ایک ایسے زمانہ میں ہو جس میں تقویٰ و پرہیزگاری نادر ہو گئی ہے خشوع کم ہو گیا ہے علم کے حامل وہ لوگ ہو گئے ہیں جو اس کو تباہ و برباد کرنے والے ہیں ان (ظالموں) نے یہ چاہا کہ حاملین علم کے لقب سے مشہور ہوں اور اس بات کو ناپسند کیا کہ علم کے ضائع کرنے والوں میں ان کا شمار ہو اس لئے اپنی نفسانی خواہشات کے مطابق اس میں (من مانا) کلام کیا (جب بھی ذرا) ان کو غلطی سے اسمیں داخل ہونے کا موقع مل گیا اور (حرکت یہ کی کہ) کلام کو حق سے پھیر کر جس کو کہ انھوں نے ترک کیا تھا باطل کی طرف کر دیا جس پر کہ وہ عامل تھے پس ان کا یہ گناہ ایسا گناہ ہے جس سے استغفار نہیں کیا جاتا اور ان کی یہ تقصیر ایسی تقصیر ہے جس کا اعتراف نہیں کیا جاتا (یعنی اس کو گناہ ہی نہیں سمجھا جاتا کیونکہ اس کو دین سمجھا جاتا ہے پھر اعتراف استغفار چہ معنی دارد) جب یہ حال ہے تو تم ہی بتاؤ کہ (کیونکر راہ یاب ہو سکتا ہے کوئی مستدل طالب رشد جبکہ دلیل ہی میں غلطی اور کجی واقع ہو رہی ہو ان حاملین علم نے (حقیقۃً مفسدین علم میں) دنیا کو تو پسند کیا لیکن اہل دنیا کے درجہ کو برا ہی جانا۔ گویا عیش میں تو ان کے شریک کار بنگئے اور زبان سے ان سے علیحدگی بھی ظاہر کرتے رہے اور اقوال سے اپنے نفس کو ان کے عمل (یعنی دنیا داری کی طرف منسوب ہونے سے بھی بچاتے رہے لیکن جس شئ کی اپنے نفس سے نفی کرنی چاہی تھی

حمارًا و وقارًا لي وان لم يتكلم وقال
الله تعالى مَثَلُ الَّذِيْنَ حُمِّلُوا التَّوْرَاةَ
ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوْهَا (لم يعملوا بها) كَمَثَلِ
الْحِمَارِ يَحْمِلُ اَسْفَارًا (كتبًا) وقال خُذُوْا
مَا اٰتَيْنَاكُمْ بِقُوَّةٍ قال العمل بما فيه

نہ تو اس سے بری رہ سکے (یعنی دنیا داری کا طعنہ) اور نہ اس
چیز ہی میں داخل ہو سکے جس کی جانب اپنے کو منسوب کیا تھا
(یعنی حاملینِ علم) اس لئے کہ حق پر عمل کرنے والا ناطق ہوتا ہے
اگرچہ ساکت ہو۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ میں
ہر حکیم کے کلام کو قبول ہی نہیں کرتا بلکہ میں اس کے قصد اور ارادہ
کو دیکھتا ہوں۔ اگر اس کا ارادہ میرے لئے ہوتا ہے تو پھر میں اس کی خاموشی کو ہی اپنی حمد اور توقیر قرار دیتا ہوں
اگرچہ (زبان سے کچھ) نہ بولے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ مثال ان لوگوں کی جو حامل تورات ہیں لیکن اسپر
عامل نہیں، ایسے ہے جیسے گدھا جو (اپنی پشت پر) کتابیں لادے ہوئے ہے نیز فرمایا کہ اور جو کچھ ہم تم کو دیں
اسے مضبوطی سے پکڑو (یعنی اسپر عمل کرو۔

ولا تكتفوا من السنة بانتحالها بالقول
دون العمل بها فان انتحال السنة
دون العمل بها كذب بالقول مع
اضاعة العلم ولا تعيبوا بالبدع تزينا
بعيبها فان فساد اهل البدع ليس بزائد
في صلاحكم ولا تعيبوها بغيًا على اهلها
فان البغي من فساد انفسكم وليس
ينبغي للمطبب ان يداوي المرضى
بما يبرئهم و يمرضه فانه اذا مرض
اشتغل بمرضه عن مداواتهم
ولكن ينبغي ان يلتمس لنفسه الصحة
ليقوى به على علاج المرضى فليكن
امركم فيما تنكرون على اخوانكم نظرًا
منكم لانفسكم و نصيحة منكم لربكم

(اور دیکھو) حدیث کو صرف زبان سے نقل کر دینے ہی پر اکتفا
نہ کرو کہ اسپر عمل کرو (یہ بہت ہی برا ہے) کیونکہ احادیث کا صرف
نقل کرنا اور اسپر خود عمل نہ کرنا (ایک تو) کذب قولی ہے پھر
علم کا ضیا بھی ہے (کہ اس علم سے کیا فائدہ جس پر عمل نہ کیا) اور
صرف بدعات ہی کو اس کی برائی دیکھتے ہوئے برا بھلا مت
کہو اس لئے کہ اہل بدعت کا فساد تمھاری صلاح میں کچھ اضافہ
نہ کر دیگا (یعنی محض دوسرونکی برائی کرنے سے تو اپنی اصلاح میں
کچھ زیادتی نہ ہو جائیگی) نیز بدعات کی تردید اس انداز سے بھی
مت کرو کہ (جس سے) اہل بدعت پر ظلم و تعدی ہو جائے کیونکہ
یہ تعدی خود تمہارے نفس کا فساد ہے اور دوسروں کی اصلاح
کی خاطر اپنے نفس میں فساد پیدا کر لینا کونسی دانشمندی ہے
(اسی لئے) طبیب کو نہیں چاہیئے کہ مریضوں کا علاج کسی ایسی
چیز سے کرے جو انہیں تو اچھا کر دے اور اسے بیمار ڈالدے
کیونکہ جب طبیب خود ہی مریض ہو جائیگا تو اپنے مرض کی وجہ

وشفقة منكم على اخوانكم وان تكونوا
مع ذالك بعيوب انفسكم اعنا منكم
بعيوب غيركم وان يستفطم بعضكم
بعضا النصيحة وان يحظى عندكم من
بذلها لكم وقبلها منكم وقد قال عمر
بن الخطابؓ رحم الله من اهدى
الى عيوبي تحبون ان تقولوا فيحتمل
وان قيل لكم مثل الذى قلتم غضبتم تجدون
على الناس فيما تنكرون من امورهم
وتاتون مثل ذلك افلا تحبون ان
يوخذ عليكم اتهموا رأيكم ورأى
اهل زمانكم وتثبتوا قبل ان تكلموا
وتعلموا قبل ان تعملوا فانه ياتى
زمان يشتبه فيه الحق والباطل
ويكون المعروف فيه منكرا والمنكر
فيه معروفا۔

سے دوسروں کے علاج سے قاصر رہیگا بلکہ اس کو چاہیئے کہ اپنے نفس کے لیے صحت تلاش کرے تاکہ اسکی وجہ سے دوسرے بیماروں کے علاج پر قادر ہو۔ پس چاہیئے کہ تمہارا اپنے بھائیوں کو امر بالمعروف) کرنا خود اپنے (عیوب) میں نظر کرنے کی غرض سے ہو اور یہ کہ تم ان تمام امور کے ساتھ ساتھ اپنے ذاتی عیوب پر اس سے کہیں زیادہ فکرمند ہو جتنا کہ دوسروں کے عیوب پر۔ اور یہ کہ تم میں بعض بعض سے اخلاص کے ساتھ نصیحت حاصل کرے اور (تمہاری جانب سے قدر و منزلت کا) حصہ اس شخص کو ملنا چاہیئے جو تمھیں کوئی نصیحت کرے یا تمہاری کوئی نصیحت قبول کرے۔ کیونکہ حضرت عمرؓ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ رحم کرے اس شخص پر جو مجھ پر میرے عیوب پیش کرے تم لوگ پسند کرتے ہو کہ (کچھ بھی) کہو لوگ تمہاری بات برداشت کریں لیکن اگر تم سے کہا جائے وہی جو تم نے کہا ہے تو تم غصہ ہوتے ہو تم لوگوں سے تو خفا ہوتے ہو ان باتوں پر جن میں تم ان پر نکیر کرتے ہو اور خود وہی کام کرتے ہو کیا تم پسند نہیں کرتے کہ تم پر مواخذہ کیا جائے۔ متہم سمجھا کرو اپنی رائے کو اور اپنے اہل زمانہ کی رائے کو۔ اور بات کرنے سے پہلے اس کی تحقیق کر لیا کرو۔ اور عمل کرنے سے پہلے علم سیکھو۔ اس لئے کہ ایک زمانہ ایسا آنے والا ہے جس میں حق و باطل مشتبہ ہو جائینگے۔

وعلیٰ ہذا اچھا آدمی بُرا اور بُرا آدمی اچھا سمجھا جائے گا۔ خوش اخلاق بداخلاق اور بداخلاق خوش اخلاق متصور ہوگا۔ صادق کاذب اور کاذب صادق خیال کیا جائے گا۔ سُنّت بدعت اور بدعت سنّت سمجھی جائیگی متبع سنت مخالف رسول اور تابع ہوا و نفس محبِ رسول قرار دیا جائیگا۔ افسوس کہ جس زمانہ کی پیشینگوئی کیگئی تھی آج ہم اسی دور سے گذر رہے ہیں اور جس چیز کا خطرہ محسوس کیا جارہا تھا ہم اس کا مشاہدہ کر رہے ہیں کہ معروف و منکر میں اشتباہ ہو رہا ہے اور حق کو باطل، باطل کو حق سمجھا جارہا ہے۔ چنانچہ علمائے محققین

سے تو استغنا برتا جارہا ہے اور غیر محققین کو رہنما بنایا جارہا ہے مشائخ معتبرین سے تو اعراض ہے اور دنیا دار پیروں سے اعتقاد ہے خاندان اور برادری کی رسمیں باوجود سخت و دشوار ہونے کے بہی گوارا ہیں اور شرعی احکام سہل ہونے پر بھی ناگوار ہیں پھر نہ صرف یہ کہ ان پر عمل نہیں ہے بلکہ بیشتر موقعوں پر ان کے ضد پر عمل کیا جارہا ہے دیکھو شرع میں ڈاڑھی بڑھانے اور مونچھ کم کرنے کا حکم ہے اس کے برعکس ڈاڑھی منڈائی اور مونچھ بڑھائی جارہی ہے۔ نماز جمعہ میں خطبہ کا مختصر پڑھنا مسنون تھا طویل پڑھا جارہا ہے۔ نماز کو طویل کرنا مطلوب تھا مختصر ادا کی جارہی ہے۔ نماز تنہائی میں لمبی پڑھنی چاہیئے اور جماعت میں مختصر اس کے برعکس کیا جارہا ہے حُبّ دنیا مذموم شے تھی باعثِ عزت تصوّر کی جارہی۔ نفاق بد ترین عیب تھا ہنر سمجھا جارہا ہے۔

فمنکم متقرب الی اللّٰہ بما یباعدہ ومتحبب الیہ بما یبغضہ علیہ قال اللّٰہ تعالیٰ اَفَمَنْ زُیِّنَ لَہٗ سُوْٓءُ عَمَلِہٖ فَرَاٰہُ حَسَنًا الآیۃ فعلیکم بالوقوف عند الشبہات حتی یبرز لکم واضح الحق بالبینۃ فان الداخل فیما لا یعلم بغیر علم اٰثم ومن نظر للّٰہ نظر اللّٰہ لہ علیکم بالقراٰن فائتموا بہ واُمّوا بہ وعلیکم بطلب اثر الماضین فیہ

تم میں کچھ لوگ ایسے بھی ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ کا قرب اس سے بعید کرنے والی چیزوں کے ذریعہ ڈھونڈینگے اور حق تعالیٰ کے محبوب بننا چاہینگے۔ ان چیزوں کے واسطے جو اللہ کو ناراض کرنے والی ہونگی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ کیا وہ شخص جس کے لئے اس کی برائیاں مزیّن کر دی گئی ہیں پس وہ انھیں اچھا سمجھ رہا ہو الآیۃ پس لازم کر لو اپنے ذمہ اس امر کو کہ شبہات کے کام میں توقف کروگے تا آنکہ دلائل واضحہ سے تمہارے لئے حق ظاہر نہ ہو جائے کیونکہ وہ شخص بلا علم کے نامعلوم اشیاء میں قدم رکھے گا وہ گنہ گار ہوگا اور جو شخص اللہ کے لئے نظر کریگا تو اللہ تعالیٰ بھی اسکی طرف توجہ فرمائیں گے قرآن شریف کو مضبوطی کے ساتھ پکڑو اور (اپنے جملہ امور کو) اسی کے ذریعہ پورا کرو اور اسی کی طرف قصد کرو، نیز اپنے ذمہ ضروری کرلو سلف کی اتباع کو قرآن (کے معنی و مطلب سمجھنے کے بارے) میں۔

ولو ان الاحبار والرھبان لم یتقوا زوال مراتبھم وفساد منزلتھم باقامۃ الکتاب وتبیانہ ماحرفوہ ولا کتموہ ولکنھم لما خالفوا الکتاب

اور دیکھو، اگر یہ احبار و رہبان (یعنی یہود و نصاریٰ کے علماء) کتاب اللہ کی اقامت اور اس کے شرح و بیان کرنے پر اپنے مرتبہ کے فساد اور اپنی قدر کے زوال کا خوف نہ کرتے تو کتاب اللہ کی نہ تو تحریف کرتے اور نہ اس کا کتمان ہی کرتے لیکن جبکہ ان لوگوں

باعمالهم التمسوا ان يخدعوا قومهم عما صنعوا مخافة ان يفسد منازلهم وان يتبين للناس فسادهم فحرفوا الكتاب بالتفسير ما لم يستطيعوا تحريفه كتموه فسكتوا عن صنيع نفسهم ابقاءً على منازلهم وسكتوا عما صنع قومهم مصانعة لهم وَقَدْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتَابَ لَيُبَيِّنُنَّهٗ لِلنَّاسِ وَلَا يَكْتُمُوْنَهٗ بل مالوا عليه ورفقوا لهم فيه ۔ تمت الرسالة

(دارمی ص ۸۵ تا ۸۷)

اپنے اعمال سے کتاب اللہ کی مخالفت کی تو اپنے کئے ہوئے کی طرف سے قوم کو دھوکہ دینا تجویز کیا (محض) اس خوف سے کہ کہیں ان کے مدارج ختم نہ ہو جائیں اور لوگوں پر انکا فساد عیاں نہ ہو جائے پس کتاب کی (اپنی مخترع) تفسیر کے ذریعہ تحریف (معنوی) کی اور جن مقامات پر تحریف کرتے نہ بن پڑا اُسے چھپا لیا اور اپنی اس نفسانی کارروائی کو ان پر ظاہر بھی نہ کیا تاکہ اپنے مرتبہ پر برقرار رہ سکیں اور جو کچھ ان کی قوم نے حرکتیں کیں اپنے کو ان کا ہم پیشہ اور شریک کار ظاہر کرتے ہوئے اسکی جانب سے بھی سکوت اختیار کیا۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب سے عہد لیا تھا کہ وہ ضرور بالضرور کتاب اللہ کو لوگوں کو پہنچائیں گے اور اسکو چھپائیں گے نہیں لیکن عہد کے خلاف خود بھی تحریف و کتمان کی طرف مائل ہوئے اور لوگوں سے بھی اس مسئلہ میں بہت نرمی سے پیش آئے“۔

---

# اعلان

تالیفات مصلح الامتہ کا یہ حصہ دوم آپ کے پیش نظر ہے۔ اگر ملاحظہ سے نہ گذرا ہو تو اس کا حصہ اول بھی ملاحظہ فرمائیے جو کہ حسب ذیل بیس ۲۰ کتب پر مشتمل ہے۔

اصلاحی مضمون فوائد الصحبۃ تلاش مرشد عاقبۃ الانکار اعتقاد و انکار علم کی ضرورت تحذیر العلماء (کامل) توقیر العلماء الامر الفارق تواصی بالصبر ادائے حقوق ارتفاع الضیق مضمون انیمہ نعم الامیر النعم علی خیر الامم طریقۂ اصلاح طریق کار مع ضمیمہ تمسک بالسنۃ مژدہ جانفزا افاضات کاملین

قیمت مجلد: ۱۴ روپیہ = دفتر معرفت حق ۲۳ بخشی بازار الہ آباد۔ ۳